Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
June 25, 2025

The Role of Syed-e Hujver in Peaceful Coexistence

پُرامن بقائے باہمی میں سیّدِ ہجویرؒ کا کردار

Dr. Muhammad Naeem Anwar
Associate Professor
Department of Arabic and Islamic Studies
Government College University, Lahore
Email: dr.noumani@hotmail.com

Muhammad Azeem
Lecturer
Government Graduate Islamia College
Civil Lines, Lahore

Abstract

Peaceful Coexistence is when people of diverse religions, nations, sects, and differing beliefs and ideologies live together in mutual tolerance and respect. It means upholding each other's right to freedom of thought and expression, ensuring that no one denies another their right to life based on faith, and refraining from labeling others as kafir (infidel), mushrik (polytheist), gustakh (blasphemer), or bidati (heretic).

No patriot should brand another as anti-state or a traitor, no preacher or scholar should dismiss others as ignorant or bigoted, and no worshiper in one mosque should condemn those in another as unbelievers. Differences—whether religious, political, intellectual, or ideological—must be accepted as naturally as we accept diversity in thought and appearance.

Religion must never be weaponized for violence, extremism, terrorism, sectarianism, or hatred. Instead, people should live together in peace, security, and harmony. These principles must also guide international relations and national unity, resolving conflicts through dialogue and cooperation—not hostility. True Peaceful Coexistence lies in practicing these ideals.

ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

Keyword: Peaceful Coexistence, Religious, Political, Intellectual

پُرامن بقائے باہمی یہ ہے کہ جہاں کثیر مذاہب اور کثیر اقوام، کثیر مسالک اور کثیر فرقے اور کثیر مختلف الآراء اور مختلف الافکار لوگ بستے ہوں، وہاں سب ایک دوسرے کو برداشت کریں اور ایک دوسرے کی سوچ، رائے اور فکر کا احترام کریں۔ ہر شخص دوسرے شخص کو آزادیٔ فکر اور اظہارِ رائے کا حق دے، کوئی مذہب پرست دوسرے مذہب والوں سے حقِ زندگی نہ چھینے، کسی کا مسلک دوسرے مسلک والوں کو کافر، مشرک، گستاخ اور بدعتی قرار نہ دے۔ کوئی محبِ وطن، دوسرے کو ملک دشمن، غدارِ وطن قرار نہ دے، کوئی واعظ کوئی اور عالمِ دین دوسرے کو جاھل اور متعصب ڈکلیر نہ کرے۔ ایک مسجد والا، دوسری مسجد والے کو کافر اور مشرک نہ کہے۔ اختلافِ رائے دینی ہو یا دنیوی ہو، مذہبی ہو یا سیاسی ہو، علمی ہو یا اعتقادی، کو اسی طرح برداشت کیا جائے جیسے ایک دوسرے کی مختلف سوچوں اور شکلوں کو ہم برداشت کرتے ہیں۔ مذہب کو تشدد، انتہا پسندی، دہشت گردی، فرقہ واریت، فساد انگیزی اور باہمی منافرت کا ذریعہ ہر گز نہ بنایا جائے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ امن، سلامتی، محبت اور ہم آہنگی کے ساتھ رہنے دیا جائے اور ان ہی اصولوں پر بین الاقوامی تعلقات اور قومی روابط استوار کیے جائیں۔ باہمی اختلافات و تضادات کو بات چیت، مذاکرات اور تعاون کے ذریعے حل کیا جائے، عداوت اور دشمنی کو معاشرے میں فروغ نہ دیا جائے۔ ان سارے تصورات پر عمل کرنا ہی پُرامن بقائے باہمی (Peaceful Coexistence) ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔(1)

"بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم ہو گئے، تو اُن پر فرشتے اُترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو۔"

کشف المحجوب کی روشنی میں پُرامن بقائے باہمی کا تصور:

پُرامن بقائے باہمی کا یہی تصور حضرت سیّد علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں دیا ہے۔ سیدِ ہجویرؒ نے کشف المحجوب کے ذریعے افکار و نظریات کا جو علمی، فکری اور فنی معیار مقرر کیا ہے۔ وہ ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی طرح ہے۔ اس کتاب کے مندرجات اور اس کے فنی محاسن اور اس کی فکری معنویت کی بنا پر بھی آپؒ آج بھی "گنج بخش، فیض عالم" کی شان سے یاد کیے جا رہے ہیں۔ آپؒ کے افکار کے ذریعے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد کر رہے ہیں اور اپنے معاشروں کے زندہ مسائل کو حل کر رہے ہیں۔ آپؒ نے لوگوں پر تشکیک کے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

دروازوں کو بند کیا ہے اور ان پر دولت ایمان وایقان کو زندہ کیا ہے۔آپؒ کی تعلیمات نے ہمیشہ معاشرے سے تشدد اور انتہا پسندی کے سایوں کو مٹایا ہے۔

آپؒ کا آستان طالبانِ مولا کے لیے درگاہ بھی ہے اور طالبانِ علم کے لیے درسگاہ بھی ہے۔آپؒ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں ہمیشہ ایمان، ایقان اور محبت واخوت کی شمع کو فروزاں کیا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ نے معاشرے میں باہمی ایثار و مساوات کی قدروں کو عام کیا ہے اور امانت و دیانت سے ان کی شخصیتوں کو آراستہ کیا ہے۔آپؒ کی تعلیمات نے ہمیشہ رواداری انہ فلاحی معاشرے کو تشکیل دیا ہے۔آپؒ کی تعلیمات نے اسلام کے شجر طیبہ کی مسلسل آبیاری کی ہے۔آپؒ کے افکار کا مرکزی نقطہ، انسان دوستی، انسانوں میں باہمی رواداری اور ملی استحکام و یکجہتی ہے۔آپؒ کی تصنیفِ لطیف کشف المحجوب کا ایک ایک حرف ہمارے مشامِ جاں کو معطر کرتا ہے۔آپؒ کے وجودِ اقدس کی برکت سے لاہور ''قطب البلاد'' بنا ہے اور ساری انسانیت کے لیے رُشد وہدایت کا مرکز ''قطب الارشاد'' بھی ٹھہرا ہے۔

پُرامن بقائے باہمی کا فلسفہ:

حضرت علی ہجویریؒ نے پُرامن بقائے باہمی کا فلسفہ یہ دیا ہے کہ انسان کا نفس اپنی خواہشات کی تکمیل میں دوسرے انسان کو اپنا دشمن بناتا ہے اور یہ اس کا بدخواہ اور اس کا حاسد بنتا ہے۔اس لیے علم سلوک و تصوف میں پہلا عمل یہ ہے کہ نفس کی اصلاح کی جائے، جس کی طرف قرآن حکیم یوں راہنمائی دیتا ہے:

وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ ہِیَ الْمَاْوٰی۔(2)

'' اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بُری) خواہشات وشہوات سے باز رکھا، تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا۔''

نیتِ انسانی اور نفسانی خواہشات:

پُرامن بقائے باہمی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہماری نفسانی خواہشات ہیں۔اگر ہماری نفسانی خواہشات کسی ضابطے کی پابند ہوں، تو انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم وستم کی طرف نہیں بڑھتا ہے، ان نفسانی خواہشات کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ہمیں اپنی سوچ اور فکر کی اصلاح کرنا ہوگی۔اگر ہماری فکر و نظر کا زاویہ اچھا ہو جائے تو ہمارا رویہ واخلاق اور انسانی لین دین اور برتاؤ وسلوک بھی اچھا اور بہتر ہو جائے گا۔حدیث رسول ﷺ میں بھی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

ہمیں یہی راہنمائی اور روشنی دی گئی ہے:

نية المومن خير من عمله ونية الفاجر شر من عمله۔(3)

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے، اور گنہگار کی نیت اس کے عمل سے بُری ہے۔"

امام طبرانی، سھل بن سعد الساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ:

كل يعمل على نيته۔(4)

"ہر شخص اپنی نیت و سوچ کے مطابق ہی عمل کرتا ہے۔"

عمل کو درست کرنے والی چیز علم ہے، اس لیے سیدِ ہجویرؒ علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

العلم صفة يغير الجاهل بها عالما۔(5)

علم ایک ایسی صفت ہے جس سے جاھل انسان عالم ہو جاتا ہے۔

صوفی اور فقیر کے کردار کی شناخت:

صوفی اور فقیر وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات کی معرفتِ کامل رکھتا ہے اور یہی عرفانِ الٰہی کی نعمت اسے معاشرے میں عزت و تکریم اور احترام دیتی ہے۔ عرفانِ الٰہیہ کی اس منزل اور نعمت کو پا کر صوفی "کونوا مع اللہ" کی کیفیتِ حضوری میں اسی طرح ہو جاتا ہے کہ ہر حکمِ خداوندی کی پیروی کرتا ہے۔

صوفی اور فقیر وہ ہے جو اپنی ساری زندگی بقائے باہمی کی سوچ کے تحت گزارتا ہے۔ اس کی مجلس، اس کی صحبت، اس کا تکلم، اس کی تبلیغ اس کا وعظ، اس کے روحانی مجاہدے اور اس کی خانقاہ، محبت ہی محبت، امن ہی امن اور پیار ہی پیار کی ہر انسان کو دعوت دیتی ہے۔ اس کا آستاں تمام انسانوں کے لیے پُر امن بقائے باہمی کی ایک عملی تصویر اور ایک زندہ حقیقت دکھائی دیتا ہے، اس لیے کہ صوفی و فقیر کا سب سے بڑا قرآنی کردار ھوناً اور سلاماً سے تشکیل پاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح "ھوناً" بمعنی "عاجزی و انکساری"، صوفی کے کردار کی سب سے بڑی شناخت اور انفرادیت بنتی ہے، اور "سلاماً"، صوفی و فقیر کے کردار کا وہ نشانِ علوت ہے جو صوفی کے کردار کو سارے انسانی کرداروں کے لیے مشعلِ راہ اور نمونۂ تقلید بناتا ہے۔

اس کردار سلاماً کو اپنا کر صوفی و فقیر ہر شخص کو اپنے قول و فعل سے سلامتی پہنچاتا ہے، اپنے اخلاق کو سلامتی والا بناتا ہے، اپنی مجلس کو سلامتی والی مجلس کی

شناخت دیتا ہے، اپنی صحبت کو سلامتی کا عنوان دیتا ہے اور اپنے تربیت یافتہ اور اپنے مریدوں کو سلامتی کا پیکر بناتا ہے۔ اس کردار سلاماً کو اپنا کر وہ خود بھی سراپا سلامتی بن جاتا ہے اور اپنے متعلقین اور عقیدت مندوں کو بھی سر تاپا سلامتی والا بنا دیتا ہے۔ یہی کردار صوفی معاشرے میں پُرامن بقائے باہمی (Peaceful Coexistence) کی ضمانت بن جاتا ہے۔ صوفی کے اس کردار کی بنا پر مختلف قومیں پُرامن طور پر معاشرے میں بستی ہیں اور مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی تعلیم کے ساتھ معاشرے میں سلامتی و امن کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور مختلف فرقے اپنے علمی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے وجود کو باعزت طور پر اور باوقار انداز سے گوارا کرتے ہیں، ایک دوسرے کی مختلف آراء کا احترام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے نظریات کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔

صوفیانہ تعلیمات کے اثرات:

پُرامن بقائے باہمی کی صوفیانہ تعلیمات کے نتیجے میں لوگ ایک دوسرے پر باہمی اختلافات کی بنا پر تشدد نہیں کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف گالی گلوچ نہیں کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی پگڑیاں نہیں اُچھالتے ہیں اور ایک دوسرے پر فتویٰ زنی نہیں کرتے ہیں اور معاشرے میں طرح طرح کے تنازعات کھڑے نہیں کرتے ہیں اور باہم ہر قسم کی نفرت و منافرت اور فرقہ واریت سے دُوری اختیار کرتے ہیں۔ معاشرے کو جنگ زدہ اور زنگ زدہ نہیں کرتے بلکہ محبت و مودّت اور انسانی عزت و عظمت کا گہوارہ بناتے ہیں۔ معاشرے میں صرف صوفیاء کا کردار اور ان کی تعلیمات اور ان کی خانقاہیں ہی پُرامن بقائے باہمی کی سب سے بڑی نہ صرف داعی ہیں، بلکہ اس عنوان کی منہ بولتی اور جیتی جاگتی تصویریں بھی ہیں۔

صوفی اور فقیر کے ہاں یہ تصور پُرامن بقائے باہمی کا اس لیے پایا جاتا ہے کہ صوفی حقائق کا ادراک کر لیتا ہے، پھر وہ منزلِ حقیقت پر فائز ہو جاتا ہے، جس کی بنا پر وہ ظاہری چیزوں پر تنازعات کھڑے نہیں کرتا ہے، اختلافات کو ہوا نہیں دیتا ہے، عداوت و دشمنی کی ہر آگ نہیں بھڑکاتا ہے اور عدم برداشت کو اپنی شخصیت کی شناخت نہیں بناتا ہے۔ اس لیے وہ صوفی اس حقیقت کے ادراک کا حامل ہوتا ہے۔ صفا، صفاتِ بشریہ سے نہیں ہے، اس لیے کہ صفاتِ بشریہ میں کدورت و کثافت ہوتی ہے اور بشر کو کثافت و کدورت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جب اس نفس کو تزکیہ کے ذریعے باطنی کیفیتِ صفا مل جاتی ہے تو اب وہ صوفی بارگاہِ خداوندی میں اپنے مقامِ حضور کے قیام اور دوام پر زیادہ زور دیتا ہے اور اس کی نگاہ میں زر و جواہر اور کنکر و پتھر یکساں ہو جاتے ہیں۔ جو امور اہلِ دنیا پر مشکل ہوتے ہیں، وہ ان صوفیاء و عرفاء کے ہاں بڑے آسان ہو جاتے ہیں۔ صوفی کے ہاں کردار کی علوت اور بلندی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

اس بناء پر ہے کہ اس کے خمیر میں محبت ہی محبت بسی ہوتی ہے۔ وہی محبت اس کو شریعت، طریقت اور حقیقت کے سارے مدارج طے کراتی ہے۔

صافی اور صوفی کے مابین فرق:

سید ہجویرؒ، صافی اور صوفی کے مابین فرق یوں بیان کرتے ہیں:

من صفاه الحب فهو صاف ومن صفاه الحبيب فهو صوفي۔

''جس شخص کو محبت صاف کرے وہ صافی ہے اور جس شخص کو حبیب کی محبت صاف کرے وہ صوفی ہے۔''

گویا صوفی، محبتِ رسول ﷺ میں فنا ہوتا ہے۔ اس کے اقوال و افعال حبیبِ خدا ﷺ کی سیرت سے مستنیر ہوتے ہیں اور اس کے اخلاق و رویے اُسوۂ رسول ﷺ سے مہکتے ہیں۔ اس بناء پر اس کا وجود دوسرے کے لیے پُر امن بقائے باہمی کا مینارۂ نور ثابت ہوتا ہے۔ صوفی اپنے وجود سے فانی ہو کر باقی بحق ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی کوئی آرزو اور اپنی کوئی خواہش رہتی ہی نہیں ہے، جو مولا کا حکم ہے، وہی اس کی خواہش ہے، جو رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے، وہی اس کی حیات کا طریقہ ہے۔

تصوف کے خصائل:

تصوف، علم ہے اور صوفی اس علم کا عامل اور حامل ہے۔ تصوف اور صوفی کی شناخت ان صفات کے لزوم سے ہوتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی میں خلق سخا ہونا چاہیے، جو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حاصل کرے، جنھوں نے اپنے لختِ جگر کو اللہ کی رضا کی خاطر فدا کر دیا تھا۔ صوفی، خلق کا حامل ہو اور اس خلق کو وہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے حاصل کرے اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے۔ صوفی ، خلق صبر کو حضرت ایوب علیہ السلام سے حاصل کرے جن کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے مگر وہ اللہ کی خاطر اس تکلیف و اذیت پر مسلسل صبر کرتے رہے۔ صوفی، خلق اشارہ و رمز کو حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل کرے، جنھوں نے تین دن تک لوگوں سے کوئی تکلم نہ کیا، جب بھی کوئی بات کی تو وہ اشاروں سے کی۔ صوفی، خلق غربت و اجنبیت اور غیر مانوسیت کو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے حاصل کرے، وہ اپنے وطن میں رہ کر بھی خود کو مسافر سمجھتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سب سے بیگانہ تھے۔ صوفی، خلق سیر و سیاحت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاصل کرے، جن کو مسلسل سفر میں رہنا اس قدر محبوب تھا کہ وہ اپنے سفر کے زادِ راہ میں صرف ایک پیالہ اور کنگھی کے سوا کچھ نہ رکھتے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے اپنے سفر کے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

دوران ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی پی رہا ہے تو آپؒ نے اپنے پیالے کو بھی پھینک دیا، اور اسی طرح ایک سفر میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں میں انگلیوں سے خلال کر رہا ہے اور اپنے بالوں کو سنوار رہا ہے تو اس کے بعد آپؒ نے اپنی کنگھی بھی پھینک دی۔

صوفی اپنی ظاہری پہچان میں اور اپنی حیات میں لباس صوف کو اختیار کرے اور یہ خلق حیات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کرے جو ہمیشہ صوف کا لباس پہنتے تھے۔

صوفی اپنی حیات میں خلق فقر، سیدالانبیاء رحمت دوجہاں، حبیب کبریا، حضرت محمد ﷺ سے حاصل کرے بایں طور پر کہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ "انما انا قاسم واللہ یعطی" کی شان عطا کی اور فرمایا اے حبیب مکرم اپنی جان کو کسی مشقت میں نہ ڈالیں۔ میرے خزانوں میں سے جس قدر آپ چاہیں تصرف فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا مولا میں یہ چاہتا ہوں ایک روز کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ یہ آٹھ خصائل تصوف ہیں "التصوف مبنی علی ثمان خصال" تصوف ان آٹھ خصلتوں پر مشتمل ہے جس شخص میں یہ آٹھ خصلتیں پائی جائیں وہی شخص ہی سچا اور سُچا اور پکا صوفی ہے۔

تصوف میں اخلاق وآداب:

صوفی اپنی زندگی میں ہر ہر چیز میں پہلا ضابطہ، ادب کا اختیار کرتا ہے اس کا کوئی قول اور کوئی فعل خلاف ادب نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے سید ہجویرؒ، ابو حفص حداد نیشاپوریؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

التصوف كله آداب لكل وقت ادب لكل مقام ادب ولكل حال ادب فمن لزم آداب الاوقات بلغ مبلغ الرجال۔(6)

"تصوف تو سارے کا سارا ادب کا نام ہے۔ یہ وقت کی پابندی کا ادب ہے، یہ ہر شخص کے مقام و مرتبے کا ادب ہے۔ یہ ہر شخص کے حال واحوال کے ادب کا نام ہے۔ جس شخص نے اپنی زندگی میں ان سارے آداب کا لحاظ و پاس کی، اوہی مردان بامراد میں سے ہوا۔"

صوفی تو سراپا پیکر حسن خلق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جس علم تصوف کا حامل ہے اس کا تعارف ہی یہ ہے کہ تصوف رسوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ شیخ ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں:

ليس التصوف رسوماً ولكنه اخلاق۔(7)

"تصوف رسوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق وآداب کا نام ہے۔"

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

اسی بات کو حضرت مرتعش نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

التصوف حسن الخلق۔ (8)

''تصوف نیک و عمدہ عادتوں اور خصلتوں کا نام ہے۔''

تصوف اور تکلف کا بیان:

شیخ ابوالحسن نوریؒ، تصوف کی ایک اور تعریف یوں کرتے ہیں:

التصوف ھو ترک التکلف۔(9)

''تصوف ترک تکلفات کا نام ہے۔''

تکلف انسانی زندگی کو مشکل بنادیتا ہے، جبکہ تصوف انسانی زندگی کو بلا تکلف بناتا اور اس میں ہر طرح کی آسانی پیدا کرتا ہے۔ تکلف، اذیت کا نام ہے۔ تصوف، دوسرے انسان کو راحت پہنچانے کا نام ہے اور جہاں راحت ہوگی، وہاں مسرت ہوگی، انسانی عزت و احترام ہوگا اور وہیں پُرامن بقائے باہمی کا ماحول ہوگا، وہیں دوسروں کو اختلافات کے باوجود برداشت کیا جائے گا، وہیں دوسروں کی آراء وافکار کو سنا جائے گا اور وہیں دوسروں کو عزت دی جائے گی اور ان کو احترام کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ تصوف اور اس کا عامل صوفی وہ ہے جس کی زندگی کا مقصود عرفانِ الٰہیہ کا حصول ہے۔ اس کی پہلی اور آخری ترجیح اسی منزل کو حاصل کرنا ہے۔

اس لیے سید ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

من عرف اللہ اعرض عما سواہ۔(10)

''جس نے اللہ کو جان لیا وہ ماسوی اللہ سے علیحدہ ہو گیا۔''

جب بندے کا مقصود ہی انسان نہ رہا بلکہ اللہ ہو گیا، اب وہ اسی کو پانے کے لیے جدوجہد زیست کرتا ہے، بقیہ ساری خلق سے پیار کرتا ہے۔ اس کی عملی صورت پُرامن بقائے باہمی کی فضا و ماحول اپنے ارد گرد فراہم کرنا ہے، جس کے تحت مختلف گروہ اور مختلف مذاہب کے ماننے والے وہ ایک ہی ماحول اور ایک ہی فضا میں بغیر کسی تضاد اور بغیر کسی لڑائی کے، اپنی مذہبی و سماجی زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے مخالف کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، نہ کہ اس کے وجود کو مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ پُرامن بقائے باہمی کے اصول کے تحت صوفی منش لوگ کسی کو خواہ مخواہ Dominate نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

نیست و نابود کرتے ہیں، بلکہ وہ ہر لحہ سب لوگوں کے لیے خیر اور بھلائی کو Manage کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے درمیان باہمی تعاون کو فروغ دیتے ہیں اور اپنی قوت برداشت (Mutual peaceful) کو مسلسل بڑھاتے ہیں۔

علوم عمرانی میں تمام تر پراجیکٹ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون کریں، اگرچہ ان کی زبان، نسل، علاقہ، مذہب، فرقہ اور مسلک جدا جدا ہی کیوں نہ ہو۔ علوم انسانی میں اور زندہ انسانی کرداروں میں پُرآمن بقائے باہمی Mutual peaceful coexistance کا ماحول صرف اور صرف ایک خانقاہ اور ایک صوفی کے ہاں صحیح معنوں میں ہمیں میسر آتا ہے۔

محبت، موافقت اور مطابقتِ حبیب:

صوفی، اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے اور مخلوقِ خدا میں سے کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ وہ اللہ کی ساری مخلوق سے پیار اور محبت سے پیش آتا ہے، اور اس کی محبت کا معیار و میزان مخلوق نہیں ہے، بلکہ خالق ہے۔ صوفی، اللہ کی نسبت خلق کی بنا پر اس کی ساری مخلوق سے پیار کرتا ہے۔ یوں وہ بندۂ حق اپنی ساری زندگی محبوب کی محبت اور اس کی موافقت میں گزار دیتا ہے۔ اس لیے محبت نام ہی موافقت اور مطابقتِ حبیب کا ہے۔

لان المحبة هی الموافقة۔(11)
"اس لیے کہ محبت نام ہی موافقتِ محبوب کا ہے۔"

جہاں جہاں محبتِ الٰہی اپنی کامل صورت میں ہو گی، وہاں وہاں پُرآمن بقائے باہمی کے مناظر اسی محبت اور موافقتِ مولا کی بنا پر ہمیں وافر نظر آتے رہیں گے۔ انسان دوستی اور پُرآمن بقائے باہمی یہ ہے کہ انسان اپنے زیادہ کو بھی تھوڑا سمجھے اور دوست کے تھوڑے کو بھی زیادہ سمجھے۔ یہ عمل ایک دوست کا دوست کے ساتھ مخلصانہ ہے اور یہی عمل ایک اچھے انسان کا دوسرے انسان کے لیے ہے۔ اسی تناظر میں سید ہجویرؒ، حضرت ابویزید بسطامیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

المحبة استقلال الکثیر من نفسک واستکثار القلیل من حبیبک۔(12)
"فی الحقیقت محبت یہ ہے کہ بندہ اپنے زیادہ و اکثر کو تھوڑا دیکھے اور اپنے دوست کے تھوڑے کو بھی زیادہ دیکھے۔"

انسانی زندگی میں ادب کی اہمیت:

یقیناً ایسی سوچ اور ایسے رویے ہی معاشرے میں پُرآمن بقائے باہمی کی ضمانت بنتے ہیں۔ اسی عمل سے معاشرے میں رواداری فروغ پاتی ہے اور ایک

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

دوسرے کی محبت اور احترام کے جذبات دلوں میں موجزن ہوتے ہیں، پُرامن بقائے باہمی کے لیے سید ہجویریؒ اپنے تصورِ صحبت میں حیاتِ انسانی کے لیے ایک ضابطہ ''حسن ادب'' کا دیتے ہیں۔ حسنِ ادب کے باب در رسالت سے ہمیں روشنی یوں میسر آئی ہے:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی۔(13)

''میرے ربّ نے مجھے ادب سکھایا اور خوب ادب سکھایا، خوب تادیب فرمائی۔''

ادب، دنیا و مافیھا کے سب کاموں میں سے اعلیٰ کام کا نام ہے۔ مخلوق کو ہر لمحہ ادب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کی ہر رسم اپنا ایک ادب رکھتی ہے، ادب سے انسانی زندگی میں حفظِ مراتب آتا ہے۔ ادب سنت رسول ﷺ کی متابعت میں پختہ ہوتا ہے اور اچھی عادت، اچھی تربیت اور عمدہ ادب کی آئینہ دار بنتی ہے۔ انسانی زندگی کا ادب انسان سے بلا تکلف صادر ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں ادب اور حسن ادب کا ظہور دوستوں اور احباب کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں تمام انسانوں کے ساتھ بلا استثنیٰ حسن ادب سے پیش آنا ہی کمالِ حیات ہے۔ انسانی زندگی کا معاشرتی و سماجی ادب یہ ہے کہ ہر شخص کو عزت، احترام اور وقار کی نظر سے دیکھا جائے اور اسے امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے دی جائے۔ اس کا نام ہی پُرامن بقائے باہمی ہے، انسانی زندگی میں ادب کی بڑی جامع تعریف سید علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں کی ہے:

اذا اجتمع فیه خصائل الخیر فھو ادب۔(14)

''جس کسی شخص میں بہت سی خصال خیر (اچھی عادات) جمع ہو جائیں، وہ زندگی کا ادب رکھنے والا ہے۔''

اسی طرح مزید واضح کرتے ہیں زندگی کا ادب یہ ہے کہ تیرا وجود سراپا خیر و حسنات ہو جائے، تو اس اعتبار سے ادب کی تعریف یہ کرتے ہیں:

الادب ھو الوقوف مع الحسنات۔(15)

''ادبِ زندگی یہ ہے کہ بندے کی حیات، حسنات سے معمور ہو جائے۔''

ادب کا ایسا پروردہ شخص معاشرے میں ہر کسی کے لیے امن و سلامتی کا پیغامبر ہوگا، انسانی حیات اس کے دم قدم سے فروغ اور استحکام پائے گی۔ انسانی دلوں میں محبت ہی محبت کی پرورش ہوگی۔

قولِ احسن اور فعلِ احسن کا حصول:

حضرت سید علی ھجویریؒ کی نظر میں پُرامن بقائے باہمی میں سب سے بڑا کردار انسان کے اپنے قول اور اپنے فعل کا ہے۔ اگر انسان کا قول احسن

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

ہو جائے اور فعل احسن ہو جائے تو اس کا سارا کردار حیات احسن ہو جاتا ہے، پھر اس کی ذات احسن ہو جاتی ہے، اس کی شخصیت احسن ہو جاتی ہے، اس کی طبیعت و مزاج احسن ہو جاتا ہے، وہ بندہ احسن ہو جاتا ہے اور اس احسن بندے سے ملنے والے اور تعلق رکھنے والے بھی احسن ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے ہر انسان کو اسی قولِ احسن اور عملِ احسن کی طرف دعوت یوں دی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى االلهوَعَمِلَ صَالِحًا۔(16)

" اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔"

قول اور فعل انسان کی کل زندگی ہے۔ اولیاء و صلحاء ہر چیز کا مغز لیتے ہیں اور اپنے زیر تربیت انسان کو حکمت سے مملو چیزوں پر مامور کرتے ہیں، تاکہ وہ معاشرے کے لیے ایک مفید شہری بن سکے۔ انسان کا قول ہی اس کے لیے آفت لاتا ہے اور اس کا قول ہی اس کے لیے رحمت بنتا ہے۔ انسان کا عمل ہی اس کے لیے نجات بنتا ہے اور اس کا عمل ہی اس کے لیے ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ تو وہ قول اور وہ عمل جو مسلمان کو اختیار کرنا زیبا ہے، وہ قولِ احسن ہے اور وہ عملِ احسن ہے اور یہی قرآنی و نبوی تعلیم ہے۔ قرآن، قولِ احسن کے حوالے سے کبھی کہتا ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔(17)

" اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔"

اور کبھی اس قول کو قولِ معروف سے تعبیر کیا۔ عمل احسن کے حوالے سے یوں متوجہ کیا:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔(18)

" وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔"

سیّدِ ہجویریؒ کی زندگی میں قولِ احسن اور فعلِ احسن کی مثال:

حضرت سیّد علی ہجویریؒ کا کردار زیر بحث موضوع؛ "پُر اَمن بقائے باہمی" کے حوالے سے ہر دَور میں روشن و تاباں ہے، کہ آپؒ نے اپنے قول کو ساری زندگی "احسن" بنایا ہے اور اپنے فعل کو ساری حیات میں "احسن" بنایا ہے۔ آپؒ کے قولِ احسن اور فعلِ احسن کو غیروں اور اپنوں، دونوں نے دیکھا ہے، پرکھا ہے جانچا ہے اور آزمایا ہے۔ جب آپؒ قول احسن اور فعل احسن کے دونوں معیاروں پر پورے اُترے ہیں تو تبھی آپؒ لوگوں کے دلوں میں بسے ہیں۔ اس لیے کہ کردارِ احسن لوگوں کے دلوں میں بستا ہے۔ جسے دلوں سے نکالنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہوتا ہے۔

آپؒ کے کردارِ احسن کا ہر شخص معترف رہا ہے۔ اپنا ہو یا غیر، مسلم ہو یا غیر مسلم جس نے بھی آپؒ کے کردار کو دیکھا ہے اور جس نے بھی آپؒ کی اطوار کا مشاہدہ کیا ہے اور جس نے بھی آپؒ کے احوالِ حیات کو جانا ہے اور جس نے بھی آپؒ کو مخالف و ناقد اور طالب و شاہد موافق و غیر جانبدار بن کر پرکھا ہے، وہ گواہی دے رہا ہے:

؎ گنج بخش، فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

پُر امن بقائے باہمی کا عمل بہترین انسانی اخلاق اور عمدہ انسانی رویوں اور مثالی حسن سلوک اور بے پناہ تحمل و برداشت کی صفات انسانی سے معاشرے میں پنپتا ہے۔ سید ہجویرؒ کے کردار کو جب ہم اس حوالے سے زیر مطالعہ لاتے ہیں تو آپؒ کو باری تعالی نے تحمل و برداشت اور صبر واستقامت میں نمایاں مقام عطا کیا تھا۔ اس کا اندازہ آپؒ کے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ :

" میں علی بن عثمان جلالی ہجویری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک دفعہ کسی ایسے معاملے میں پھنس گیا کہ بسیار کوشش کی، وہ حل نہ ہوا۔ آخر کار خراسان کا رُخ کیا اور دورانِ سفر رات آنے پر ایک گاؤں "کمس" میں اُترا۔ یہاں ایک خانقاہ تھی اس میں ایک جماعت متصوفین موجود تھی، میں نے خرقہ خشیش ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا اور سفر کی صعوبت کی بناء پر نہایت تھکا ہوا تھا۔ میرے پاس سوائے ایک عصا اور کوزے کے کچھ نہ تھا۔ وہاں موجود صوفیوں کی نظر نے مجھے بہت حقیر جانا، ان میں سے کوئی بھی میرا ہم شناس نہ تھا۔ انھوں نے مجھے اس حلیے میں دیکھ کر رسمِ عام میں یہ گفتگو کی کہ یہ شخص ہم میں سے نہیں ہے اور بات فی الحقیقت بھی یہی تھی کہ میں ان میں سے نہ تھا، لیکن میرے لیے وہاں رات گزارنا ضروری بھی تھا۔ ان صوفیوں نے مجھے ایک بالا خانے میں بٹھایا اور خود مجھ سے اونچے بالا خانے میں وہ نشست فرما ہوئے اور انھوں نے اوپر سے میری طرف ایک روٹی پھینکی جو باسی تھی اور اپنی رنگت میں سبز اور زرد ہو چکی تھی جبکہ وہ خود اعلیٰ قسم کے کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور میں ان کے کھانوں کی خوشبو سونگ رہا تھا، وہ کھانا بھی کھاتے جا رہے تھے اور میرے ساتھ طنزیہ باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ بالا خانے میں جب وہ کھانا کھا چکے تو پھر انھوں نے پھل کے طور پر خربوزے کھانا شروع کیے اور وہ حقارت کے طور پر خربوزوں کے چھلکے مجھ پر پھینکتے جاتے تھے۔

اس بے کسی کی حالت میں، میں نے اپنے دل میں اللہ کے حضور عرض کی: یاالٰہی! اگر یہ لوگ وہ ہیں جو تیرے ولی اللہ و دوست ہیں تو تُو نے ان کو جامۂ دوست

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

کیوں پہنایا ہے اور میرا اور ان کا معاملہ ایسا کیوں ہے۔ پس میرے دل میں یہ خیال آرہا تھا اور ادھر ان کا طعن مجھ پر پہلے سے زیادہ شدید ہو رہا تھا۔ ظاہر میں میری حالت رنجیدہ تھی جبکہ باطن میں کوئی رنجیدگی نہ تھی بلکہ باطن میں اطمینان تھا اور احوال قلب میں سکون تھا اور اندرون کیفیت، سیرت کی تھی۔ حتی کہ ان کے طعن اور طنز کے حملوں اور جملوں نے بالآخر میرا اپھنسا ہوا مشکل مسئلہ حل کر دیا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ والے جاہلوں کا بوجھ اپنے ساتھ کیوں اُٹھاتے ہیں۔" (19)

یہ واقعہ بھی انسانی زندگی کے لیے ایک عمدہ درسِ حیات ہے کہ انسانی حیات میں جس قدر دوسروں کے لیے برداشت بڑھتی چلی جاتی ہے، اتنی ہی اللہ کی رحمت بے پایاں بندے پر برستی چلی جاتی ہے۔ وہ رحمتِ الٰہیہ، انسان کی کل حوائج کو اپنے دستِ پناہ میں لے لیتی ہے۔ انسانی حاجت اللہ کی بارگاہ میں شرفِ استجابت کا اعزاز پاتی ہے۔

خلاصۂ کلام:

بلاشبہ الاان اولیاءاللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کے تحت ولی اللہ وہ ہے جو دنیا میں اللہ کے بندوں میں سے سب سے بڑا موحد اور توحید پرست ہوتا ہے، جو فنافی اللہ کی منزل پر فائز ہوتا ہے، جو بقاءاللہ کے درجے پر متمکن ہوتا ہے، جو شرک کی ہر صورت کا قاطع ہوتا ہے، جو بدعت کی ہر نوع کا ماحی، مٹانے والا ہوتا ہے، جو غیر اللہ سے ہرگز ہرگز نہ مانگنے والا ہوتا ہے، جس کی جبین فقط اللہ کے حضور جھکتی ہے، جس کا سجدہ فقط اللہ کے لیے ہوتا ہے، جس کا ڈر نا فقط اللہ سے ہوتا ہے، جس کا مانگنا فقط اللہ سے ہوتا ہے، جس کی زندگی میں حاجت فقط اللہ ہوتا ہے، جس کی ہر مشکل اللہ ہی ٹالتا ہے، جو عبادت صرف اللہ ہی کی کرتا ہے اور جس کا مقصود قرب و معرفتِ الٰہیہ کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی جس کے ہر قول اور فعل میں مضمر ہوتی ہے جس کا خلق، تخلقوا باخلاق اللہ کا آئینہ دار ہوتا ہے، جس کی سیرت، سیرت مصطفیٰ ﷺ کی آئینہ دار ہوتی ہے، جس کی حیات کی ہر ساعت اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ میں بسر ہوتی ہے۔ جو بندۂ زر اور بندۂ شیطان ہرگز ہرگز نہیں ہوتا ہے، بلکہ بندۂ رحمٰن ہوتا ہے۔

ولی اللہ وہ ہے جو وھی النفس عن الھوی (النازعات:40) کا پیکر ہوتا ہے، جس کی نیت میں نیۃ المومن خیر من عملہ۔(20) کی عادت دائمی ہوتی ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جس میں کوئی جاہلیت والا خلق نہ پایا جائے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
June 25, 2025

ولا اخلاق فيه الجاهلية۔(21)

"ولی اللہ وہ ہے جس کو علم من اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔"

ولی اللہ وہ ہے جس کو علم مع اللہ اور علم باللہ کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو صفائے قلب کی نعمت سے مالا مال ہوتا ہے، ولی اللہ وہ ہے جو حظ نفس کو ترک کر چکا ہوتا ہے۔(22)

ولی اللہ وہ ہے جو اپنے نفسِ امّارہ کو نفس مطمئنہ اور نفس راضیہ میں بدل چکا ہوتا ہے۔ ان سب اولیائی صفات کا پیکر، مجسم اور مصداقِ اتم اپنے دَور میں ہمیں سید ہجویرؒ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ آپؒ نے اس خطۂ برصغیر کے لوگوں کو اور بطورِ خاص شہر لاہور کے باسیوں کو اپنی مجالس، اپنے مواعظ اور اپنی زندہ کتاب "کشف المحجوب" کے ذریعے خالص عقیدۂ توحید کا جام پلایا ہے۔ آپؒ نے لوگوں کو بتایا ہے کہ اللہ کون ہے وہ الٰہِ واحد ہے اور وہ اللہ، ھواللہ ہے اور وہ اللہ اپنی ذات اور صفات میں لاثانی ہے اور وہ اللہ اپنے افعال میں بے مثل ہے۔ پس ایسا خدا ہی الٰہِ واحد ہے۔ موقدوں نے اس کو اسی پہچان پر "اللہ احد" کہا ہے اور انسانی عقل نے اسی پہچان کا نام "توحید" رکھا ہے اور اس اللہ کی ذات وصفات کی شان یہ ہے کہ "ليس كمثله شئى" ہے اور اس کا تعارف یہی ہے" لا ضدله ولا ندله ولامثل له الان كما كمان ولم يلق زوالا "کی وہ شان والا ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے ایمان کا تصور یہ دیا ہے کہ :امنوا باللہ ورسولہ۔ کہ اللہ کو ماننا اور رسول اللہ ﷺ کو ماننا ایمان ہے۔ پھر ان کو مان کر بقیہ چیزوں کو ماننا ایمان ہے۔ زبان کا اقرار ایمان ہے اور دل کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ سیدِ ہجویرؒ نے اس خطے کے بسنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی یکساں تعلیم دی ہے۔ آپؒ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے معاشرے کو جوڑا ہے، توڑا نہیں ہے۔ آپؒ نے لوگوں کو محبت دی ہے، نفرت نہیں دی ہے۔ آپؒ نے اپنی مجلس میں آنے والے ہر انسان کو بحیثیتِ انسان عزت دی ہے۔ آپؒ نے لوگوں کو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کی راہ دکھائی ہے اور معصیتِ الٰہیہ سے دُور ہٹایا ہے۔ آپؒ نے اخوت کو عام کیا ہے اور منافرت کا خاتمہ کیا ہے۔ آپؒ نے لوگوں کے کرداروں میں اسلام کو زندہ کیا ہے اور لوگوں کی سوچوں کا زاویۂ نگاہ بدلا ہے۔ آپؒ نے لوگوں کے اقوال و اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی ہے۔ آپؒ نے غیروں کو اپنا بنایا ہے اور اپنوں کو دین کا سچا داعی اور مبلّغ بنایا ہے۔ آپؒ کے کردار پُرامن بقائے باہمی کا امتیاز یہ اس لیے تھا کہ آپؒ صرف عالم باللہ ہی نہ تھے، بلکہ عارف باللہ بھی تھے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
June 25, 2025

لان العالم قائم بنفسه والعارف قائم لربه۔(23)

"عالم فقط اپنے علم کے ساتھ قائم ہوتا ہے، جبکہ عارف اپنے ربّ کی رحمت کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔"

سیدِ ہجویرؒ عالم حقیقی بھی تھے، عارف حق اور عارف باللہ بھی تھے۔آپؒ کی ذات سے وابستگی، علم سے وابستگی اور عرفانِ حق سے وابستگی ہے۔

عصر حاضر میں اسلام کی حقیقی خدمت وہی شخص کامیابی و کامرانی کے ساتھ کر سکتا ہے، جو پختہ و ثقہ عالم بھی ہو اور مستند و معتبر اور صاحبِ حال عارف باللہ بھی ہو۔سید ہجویرؒ میں یہ دونوں شانیں اپنے جوبن اور اپنے کمال پر ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔

عصر حاضر میں دین کے مبتدی طالب علم سے لے کر ایک منتہی طالب علم تک، ایک واعظ سے لے کر ایک عالم تک، ہر درجے کے مفتی سے لے کر ہر سطح کے محقق و ثقہ تک اور ایک عامی مبلّغ سے لے کر ایک عالمی مبلّغ تک، ایک داعی عمومی سے لے کر داعئ عالمِ اسلام اور داعئ عالمِ انسانیت تک، ایک کردار جو اسلام اور سیرت النبی ﷺ کی کامل پیروی میں ہمیں اپنانا ہے، وہ سیّد ہجویرؒ کا کردار ہے۔آج اسی کردار کے اپنانے اور دل و جان سے اسے اختیار کرنے سے ہم اپنے معاشرے کو جنت نظیر بنا سکتے ہیں اور اسلام کی عظمتِ رفتہ کو واپس لا سکتے ہیں۔عصر حاضر میں احیاءِ اسلام اور تجدیدِ دین کی عظیم سعادت حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے عمل و کردار سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب بندے ہو سکتے ہیں۔آج ہمارا وجود اسلام کی عزت و عظمت اور سربلندی و رفعت کا باعث ہو سکتا ہے، اگر ہم اپنے کردار کو عالم اسلام کے زندہ کرداروں اور اپنے اسلاف کے پُر عظمت کرداروں اور اولیاء اللہ کے حیات بخش کرداروں کا رنگ اپنے کردار پر چڑھالیں۔بلاشبہ زندہ کردار، مثالی کردار، قابل فخر کردار اور اسلام کی عظمت و سطوت کا کردار وہ ہے جس کی گواہی اہل زمانہ بھی دیں اور بعد کے زمانے کے لوگ بھی۔ببانگ دُہل بزبانِ اقبالؒ یوں کہتے ہوئے نظر آئیں:

سیّدِ ہجویر، مخدومِ اُمم
خاکِ پنجاب اَز دمِ اُو زندہ گشت
مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم
صبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-2 (April-June, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
June 25, 2025

حوالہ جات:

1. حم السجدة، 41: 30
2. النازعات، 79: 40، 41
3. امام عسکری، جمھرة الامثال، بحوالہ کشف المحجوب، ص88
4. طبرانی، سلیمان بن ایوب، ابوالقاسم، المعجم الکبیر، مترجم، غلام دستگیر چشتی، ص، 1210، باب، کتاب البر
5. ہجویری، علی بن عثمانؒ، کشف المحجوب، مترجم، ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مکتبہ شمس و قمر، ص83
6. کشف المحجوب، ص149
7. ایضاً
8. ایضاً، ص150
9. ایضاً، ص151
10. ایضاً، ص209
11. ایضاً، ص239
12. ایضاً، ص250
13. سیوطی، جلال الدین، امام، الجامع الصغیر، 310
14. کشف المحجوب، ص555
15. ایضاً، ص555
16. حم السجدة، 41: 33
17. البقرہ، 2: 83
18. الملک، 67: 2
19. کشف المحجوب، ص187
20. المعجم الکبیر، جلد، 6، ص185، حدیث نمبر5942
21. کشف المحجوب، ص96
22. ایضاً، ص143
23. ایضاً، ص607